مؤخر الذکر سے سماعِ حدیث کی تصریح تو خود امام جصاص نے کی ہے اور یہ سماع بہ ظاہر رے میں ہی ہوسکتا ہے۔ تفصیل شیوخ کے ضمن میں آتی ہے۔ بہ ہر حال ہم اہل علم کی معروف عادت کے پیش نظر یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام نے اپنے آبائی شہر میں رہ کر بیس سال کی عمر تک وہاں قرأت، احادیث اور فقہی مجالس کے فیوض کو سمیٹا اور پھر مزید علمی تشنگی دور کرنے کے لئے بغداد کا رخ کیا، جو اس وقت تمام عالم اسلام کا سب سے بڑا علمی مرکز و مخزن تھا اور دنیا بھر کے نامور قرا، محدثین، فقہا اور لغویین اس شہر میں جلوہ گر تھے، بہ قول علامہ شہاب مرجانی:

نشأ بغداد التی ھی دار الخلافة و مدار العلم و الرشاد و مدینة السلام و معقل الاسلام (۳)

موصوف بغداد میں پروان چڑھے دار الخلافہ، علم و ہدایت کا مرکز، سلامتی کا شہر اور اسلام کا محور تھا۔

صلاح پذیر طبیعت رکھنے والے علم کے اس رسیا کے لئے بغداد کا یہ ماحول کسی نعمتِ عظمیٰ سے کم نہ تھا چناں چہ امام نے ترقی کی منازل طے کرنا شروع کیں، بالآخر اپنے تمام ہم عصروں پر فائق ہوگئے۔ بغداد کے علاوہ موصوف کے علمی اسفار اھواز اور نیشاپور کی طرف بھی ہوئے۔ (۴)

حالات

موصوف کے تقریباً تمام تر تذکرہ نگاران کے متعلق زہد و ورع کی شہادت نقل کرتے ہیں، ذیل میں ہم امام کے قریب ترین دور کے دو مؤرخین کی شہادت درج کرتے ہیں۔

قاضی ابو عبد اللہ صیمری التوفی ٤٣٦ھ جو کہ امام جصاص کے تلامذہ کے شاگرد اور خطیب بغدادی کے استاد ہیں، امام جصاص کے بارے میں لکھتے ہیں:

کان علی طریقة من تقدّمه فی الورع و الزهادة و الصیانة، خوطب علی قضاء القضاة مرتین فامتنع (۵)

آپ زہد و ورع اور پرہیزگاری میں اپنے اسلاف کے قدم بہ قدم تھے، دو مرتبہ قاضی القضاۃ کے عہدے کی پیش کش کی گئی مگر آپ نے قبول نہ کیا۔

خطیب بغدادی رقم طراز ہیں:

[illegible]

(7) [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(٨) [illegible]

پوری اسلامی ریاست کا سب سے بڑا قاضی بن جانا کوئی معمولی عہدہ نہیں، مگران بزرگوں کے ہاں دین کی سلامتی اور آزادانہ خدمتِ دین کی اہمیت ان مناصب سے کہیں زیادہ تھی۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ بعض مؤرخین نے امام جصاص کو ''مائل الی الاعتزال'' کہا ہے، ہماری رائے یہ ہے کہ امام کے ہاں شذوذ ضرور پائے جاتے ہیں، مگر انہیں مائل الی الاعتزال کہنا درست نہیں، خصوصاً جب کہ وہ خود معتزلہ کو فرقہ منتحلہ الی دین الاسلام (اسلام کی طرف جھوٹی نسبت کرنے والا فرقہ) تک کہہ گئے ہیں۔ تفصیل یہاں موقع نہیں، ہم نے اس کی تفصیل تخریج الاحادیث المسندۃ من احکام القرآن کے مقدمے میں ذکر کردی ہے۔

علمی مقام

امام جصاص ان تمام علوم میں گہری دست رس رکھتے ہیں، جو ایک مجتہد کے لئے ضروری ہیں، زیرِ نظر مضمون میں چوں کہ امام کی زندگی کے صرف محدثانہ پہلو سے بحث مطلوب ہے، اس لئے مختصراً صرف فقہ اور علوم عربیت کا تذکرہ کر دینا ضروری ہے، تاکہ اس سے موصوف کی عبقری شخصیت کو سمجھنے میں مدد ملے۔

فقہ

ابن کمال پاشا نے طبقات کی معروف تقسیم میں امام جصاص کو مقلدین کے پہلے طبقے اصحاب التخریج میں ذکر کیا مگر شہاب مرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے ناظورۃ الحق (٨) میں ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا ہے کہ امام کو مقلدین کے طبقات میں شمار کرنا درست نہیں، بل کہ ان کا شمار مجتہدین میں ہوتا ہے، اور مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے بہت اونچے الفاظ میں اس کی تائید فرمائی ہے، دل چسپی رکھنے والے حضرات اس کی تفصیل مولانا لکھنوی کے رسالے النافع الکبیر میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ (٩) جو قیمتی معلومات پر مشتمل ہے۔

علوم عربیت

امام جصاص کو علوم عربیت کے اندر بھی کمالِ رسوخ حاصل ہے، ایسا کیوں نہ ہو جب کہ امام کو غلامِ ثعلب جیسا استاد میسر آ گیا تھا، جس کے بارے میں ابو القاسم بن برہان اسدی کہتے ہیں کہ

علم لغت میں اولین و آخرین میں سے کسی نے ابو عمر غلام ثعلب سے بہتر کلام نہیں کیا۔(۱۰)

یہی وجہ ہے کہ جب موصوف اپنی کتب میں عربیت کی ابحاث چھیڑتے ہیں تو ان کی کتاب لغت یا ادب کی کتاب محسوس ہونے لگتی ہیں، اور فصاحت و بلاغت کے خمیر سے اٹھائی گئی عبارات اور ادبی چاشنی قاری کے ذہن کو اپنا اسیر بنا لیتی ہے۔

علوم عربیت میں امام جصاص کے مقام کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ لسانِ عرب کے قطب (۱۱) ابن جنّی اپنے سب سے بڑے شیخ ابو علی فارسی کے مقام و مرتبے کے بارے میں خود امام جصاص سے رائے لیتے ہیں اور اسے اپنی کتاب خصائص کی زینت بناتے ہیں۔(۱۲)

حدیث

بلاشبہ امام جصاص کا خاص موضوع فقہ ہے اور یہی وہ فن ہے جس میں امام نے اپنی عمر کھپا دی، اسی فن کے حوالے سے امام کی عام شہرت ہے، مگر اس سے کہیں یہ لازم نہیں آتا کہ موصوف کو دیگر علوم بالخصوص علم حدیث سے کوئی سروکار نہ تھا، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حدیث ہی فقہ کی بنیاد و اساس ہے، نیز یہ کہ امام جصاص مجتہد ہیں اور مجتہد کے لئے علم حدیث میں رسوخ اولین شرط ہے۔

امام جصاص کی حدیث کے ساتھ خصوصی شغف کی واضح نشانی یہ ہے کہ امام کی تصانیف احادیث سے بھری ہوئی ہیں اور پھر عجیب تر بات یہ ہے کہ تین صدیوں سے زائد عرصہ ہونے کے باوجود موصوف سندِ متصل کے ساتھ احادیث ذکر کرتے ہیں، مثلاً امام کی معروف کتاب احکام القرآن جو تین جلدوں پر مشتمل ہے، اس میں وہ احادیث جن کو سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے ان کی تعداد تقریباً سات سو ہے اور منقطع احادیث کی تعداد تو بے شمار ہے۔ احکام القرآن کا قاری یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ یہ کتاب تو قرآن مجید سے استنباطِ احکام کے لئے تحریر کی گئی تھی، اس میں احادیث کی کثرت کا یہ عالم ہے، اگر موصوف باقاعدہ حدیث کی کتاب تصنیف فرماتے تو اس کی کیا شان ہوتی یہی وجہ ہے کہ حافظ شمس الدین الذہبی (جن کے بارے میں حافظ ابن حجر کا کہنا یہ ہے:

وهو من اهل الاستقراء التام فی نقد الرجال (۱۳)

حافظ ذہبی رجال کو پرکھنے میں کامل مہارت رکھتے ہیں، امام جصاص کا تذکرہ حفاظِ حدیث

کے تذکرے پر مشتمل اپنی اہم کتاب تذکرۃ الحفاظ میں کیا ہے۔(۱۴)

شیوخِ حدیث

امام جصاص نے یقیناً بہت سارے شیوخ سے استفادہ کیا ہے مگر امام کے تذکرہ نگاروں نے چند مشہور شیوخ کا تذکرہ کیا ہے، اور احکام القرآن کے مطالعے سے چند دیگر شیوخ سامنے آتے ہیں، مگر امام کی شیوخ کی دل لگتی تعداد تلاش کے باوجود کہیں نظر نہیں آسکی، موصوف بیس سال کی عمر تک رے میں مقیم رہے اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ وہاں بڑے بڑے محدثین فروکش تھے اور پھر بغداد میں زندگی کی شام کر دی، یہ وہی بغداد ہے جو تمام علوم اسلامیہ کا مرکز تھا اور پھر امام کے تذکرہ نگار لکھتے ہیں۔

خرج الی نیسابور مع الحاکم النیسابوری برأی شیخه ابی الحسن الکرخی(۱۵)

صاحب مستدرک امام حاکم نیشاپوری کے ہم راہ نیشاپور اپنے شیخ ابوالحسن کرخی کے مشورے سے گئے۔

کب گئے؟ اس کی صراحت کسی نے نہیں کی، البتہ یہ لکھا ہے:

فمات الکرخی و هو نیسابور (۱۶)

امام کرخی کی وفات ہوگئی اور وہ نیشاپور میں ہی تھے۔

اور

ثم عاد الی بغداد سنة اربع و اربعین و ثلاثمائة (۱۷)

پھر ۳۴۴ھ کو واپس آئے۔

امام کرخی کی وفات ۳۴۰ھ کی ہے، کم از کم چار سال اور شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی رائے میں تو پانچ سے زائد نیشاپور مقیم رہے۔(۱۸) اور نیشاپور کو شیخ ابوغدہ **عُش المحدثین** (آشیانہ محدثین) قرار دیتے ہیں۔(۱۹)

اس کے علاوہ اھواز جانے کا تذکرہ بھی سوانح نگار کرتے ہیں۔(۲۰)

امام جصاص کے بغداد، نیشاپور اور اھواز کے علاوہ کسی شہر کی طرف علمی سفر کا تذکرہ نہیں ملتا،

الکرخی الفقیہ (۲۴) ان سے امام جصاص نے احکام القرآن میں روایت لی ہے۔ان کی وفات ۳۴۰ھ کو ہوئی۔(۲۵)

۳۔الامام الحافظ البارع العالم المصنف القاضی الشیخ ابوالحسین عبدالباقی قانع بن مرزوق بن واثق الاموی البغدادی صاحب معجم الصحابہ (۲٦) المولود ۲٦۵ھ التوفی ۳۵۱ھ۔

ان سے امام جصاص بہ کثرت روایت لیتے ہیں، (۲۷) ان سے لی گئی روایات متصلہ کی تعداد صرف احکام القرآن میں تقریبا ۲٦۲ ہے۔اور بعض مقامات پر امام جصاص نے سنن ابن قانع کے سماع کی تصریح کی ہے۔(۲۸)

سنن ابن قانع کا وجود مکتباتِ عالم کی فہارس میں راقم کی نظر سے نہیں گزرا، امام جصاص کی کتابوں کی وساطت سے اس گم گشتہ کتاب کی بہت سی احادیث بالخصوص حنفی متدلات ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ابن قانع کی معجم الصحابہ اگرچہ طبع ہو چکی ہے، مگر امام جصاص نے ابن قانع کی سند سے جو روایات ذکر کی ہیں بہت کم وہ معجم الصحابہ میں ملتی ہیں، اس لئے یقیناً امام جصاص سنن ابن قانع سے ہی نقل کرتے ہیں، اور سنن ابن قانع کی روایات تک رسائی کے لئے امام جصاص کی کتابوں کی افادیت مسلّم ہے۔

۴۔الشیخ الجلیل الثقہ المحدث عبداللہ بن محمد بن اسحاق بن یزید ابوالقاسم المروزی الاصل البغدادی (۲۹) التوفی ۳۲۹ھ۔ان کی سند سے امام جصاص مصنف عبدالرزاق کی روایات لاتے ہیں، سلسلۂ سند یوں ہے، عبداللہ بن محمد بن اسحاق المروزی عن الحسن ابی الربیع الجرجانی عن عبد الرزاق۔(۳۰)

۵۔الشیخ الثقہ البارع جعفر بن محمد بن احمد بن الحکم الواسطی المؤدب (۳۱) التوفی ۳۵۳ھ

ان سے امام جصاص ابوعبید القاسم بن سلام کی روایات لیتے ہیں، عام طور پر یہ روایات ابو عبید کی الناسخ والمنسوخ سے ہوتی ہیں، (۳۲) سلسلہ سند کچھ یوں ہے جعفر بن محمد بن احمد الواسطی عن جعفر بن محمد بن الیمان عن ابی عبید رحمہ اللہ

٦۔الشیخ الثقہ عبدالرحمٰن بن سیما بن عبدالرحمٰن ابوالحسین البغدادی المجبر (۳۳) التوفی ۳۵۰ھ

ان کی سند سے امام جصاص مسند احمد روایات لیتے ہیں، سلسلۂ سند یوں ہے عبدالرحمٰن بن

سیما عن عبداللہ بن احمد عن ابیہ احمد بن حنبل، (۳۴)

۷۔ القاضی المحدث الثقہ مکرم بن احمد بن محمد بن مکرم ابوبکر البغدادی البزار (۳۵) المتوفی ۳۴۰ھ

ان سے امام جصاص نے احکام القرآن میں روایات لی ہیں، (۳٦)

۸۔ ابو العباس محمد بن عمر بن الحسین بن الخطاب بن الرّیان بن حبیب الفقیہ الحنفی الزندوردی (۳۷) المتوفی ۳٦۲ھ

ان سے امام جصاص نے احکام القرآن سے روایات لی ہیں، (۳۸)

۹۔ الامام الحجہ الفقیہ المحدث دعلج بن احمد بن دعلج بن عبدالرحمٰن ابو محمد السجستانی ثم البغدادی (۳۹) المولود ۲۵۹ھ، المتوفی ۳۵۱ھ

موصوف کا تذکرہ امام جصاص کے شیوخ حدیث میں حافظ ذہبی نے کیا ہے، ورنہ احکام القرآن میں راقم کو اپنی ناقص تلاش سے ان کی روایات نہیں ملیں۔ واللہ اعلم۔ ممکن ہے امام جصاص کی دوسری غیر مطبوعہ کتب میں ان کی روایات موجود ہوں۔

۱۰۔ الامام الاوحد العلامہ اللغوی المحدث الثقہ فی الحدیث ابو عمر محمد بن عبدالواحد بن ابی ہاشم البغدادی الزاہد المعروف بہ غلام ثعلب (۴۰) المتوفی ۳۴۵ھ

موصوف کا ذکر امام جصاص کے شیوخ حدیث میں علامہ قرشی نے الجواہر المضیہ میں کیا ہے ان پر اعتماد کرتے ہوئے ہم نے یہاں ذکر کر دیا ورنہ احکام القرآن میں امام جصاص ان سے لغوی اقوال ہی نقل کرتے ہیں۔ (۴۱)

نیشاپور

۱۱۔ الامام المحدث مسند العصر رحلۃ الوقت محمد بن یعقوب بن یوسف ابو العباس الاصم النیسابوری (۴۲) المتوفی ۳۴٦ھ۔ احکام القرآن میں موصوف سے امام جصاص نے صرف ایک حدیث روایت کی ہے، جس کی سند ربیع بن سلیمان کے واسطے سے امام شافعی تک پہنچتی ہے۔ (۴۳)

۱۲۔ الامام الحافظ العلامہ الثبت احد النقاد ابو علی الحسین بن علی بن یزید بن داود النیسابوری

(۴۴) المتوفی ۳۴۹ھ۔ موصوف سے امام جصاص نے احکام القرآن میں روایات لی ہیں۔ (۴۵)

بصرہ

۱۳۔ الشیخ الثقہ العالم ابو بکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق بن داسہ البصری التمار راوی السنن لأبی داؤد (۴۶) المتوفی ۳۴۶ھ۔ موصوف سنن ابی داؤد کے راوی ہیں، اور ابن داسہ کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔ ہمارے یہاں معروف سنن ابی داؤد کے نسخے روایت لؤلؤی سے ہیں، جب کہ دیار مغرب میں ابن داسہ کی روایت زیادہ شہرت رکھتی ہے۔ (۴۷) ابن داسہ کی روایت میں لؤلؤی کی نسبت کچھ احادیث زائد ہیں۔ (۴۸) ابن داسہ سے امام جصاص نے سنن ابی داؤد کا سماع کے ہے جس کی تصریح احکام القرآن میں موجود ہے۔ (۴۹) اور سنن ابی داؤد کی احادیث امام کے نوک زبان پر ہیں، جہاں چاہتے ہیں ذکر کر دیتے ہیں، سنن اُبی داؤد سے بہ کثرت استفادے کا ذکر علامہ کوثری اور علامہ کشمیری نے بھی کیا ہے۔ (۵۰)

یہی ابن داسہ ہیں جن کے تلمذ کی وجہ سے راقم کی رائے یہ ہے کہ امام جصاص نے بصرہ کا سفر بھی کیا ہے، اگر چہ امام کے تذکرہ نگار بصرہ کے سفر کے ذکر سے خاموش ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ امام ابو داؤد نے اخیر عمر میں بصرہ کو ہی مسکن بنا لیا تھا۔ (۵۱) اور پھر ابن داسہ بھی یہیں مقیم رہے، اور ابن داسہ کے سوانح نگاران کے بغداد یا نیشاپور جانے کا ذکر نہیں کرتے، تو بہ ظاہر امام جصاص نے ان سے یہیں بصرے میں سنن ابی داؤد کا سماع کیا۔ واللہ اعلم

اصفہان

۱۴۔ الامام الحافظ الرحال الجوال محدث الاسلام علم العمرین سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر ابو القاسم اللخمی الطبرانی صاحب المعاجم الثلاثۃ (۵۲) المولود ۲۶۰ھ، المتوفی ۳۶۰ھ

موصوف کا تذکرہ شیوخ جصاص میں خطیب بغدادی نے کیا ہے۔ (۵۳) ہم نے ان ہی پر اعتماد کرتے ہوئے یہاں تذکرہ کر دیا ہے کہ شاید امام جصاص نے دوسری غیر مطبوعہ کتب میں ان کی روایت ذکر کی ہو۔ امام جصاص نے بہ ظاہر ان سے اصفہان میں ہی سماع کیا ہے، کیوں کہ امام طبرانی کے تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ امام طبرانی جب دوسری مرتبہ اصفہان آئے تو وفات تک یہیں مقیم رہے، اور ان کی یہ دوبارہ آمد ۳۱۰ھ کو ہوئی، جب کہ جصاص پانچ سال کے طفل نو آموز تھے اور

اپنے آبائی وطن رے میں مقیم تھے، پھر امام طبرانی ۳٦۰ھ تک یہیں اصفہان میں مقیم رہے، تو یقیناً امام جصاص نے اصفہان ہی میں ان سے سماع کیا ہے، خصوصاً جب کہ اصفہان رے کے قریب ہی ہے۔(۵۴)

۱۵۔الشیخ الامام المحدث الصالح مسند بلاد العجم ابو محمد عبداللہ بن المحدث جعفر بن احمد بن فارس الاصفہانی (۵۵) المولود ۲۴۸ھ، المتوفی ۳۴٦ھ۔موصوف کی سند سے امام جصاص عام طور پر مسند ابوداؤد طیالسی کی روایات لاتے ہیں، سلسلۂ سند کچھ یوں ہے: عبداللہ بن جعفر بن احمد بن فارس عن یونس بن حبیب عن ابی داؤد الطیالسی (۵٦)

اور کبھی کبھار مسند طیالسی کے علاوہ آثار و فتاویٰ بھی ابن فارس کی سند سے روایت کرتے ہیں۔(۵۷)

وہ مشائخ جن سے سماع کا مقام واضح نہیں ہوسکا

۱٦۔الشیخ الثقہ ابو یعقوب یوسف بن شعیب المؤذن (۵۸)

ان سے امام جصاص سے احکام القرآن میں روایت لی ہے۔(۵۹)

۱۷۔محمد بن جعفر بن ابان (٦۰)

ان سے امام جصاص نے احکام القرآن میں روایت لی ہے۔(٦۱)

۱۸۔عبداللہ بن عبدربہ البغلانی (٦۲)

ان سے امام جصاص نے احکام القرآن میں روایت لی ہے۔(٦۳)

بعض جگہ امام جصاص نے حدثنا من لا اتھم (٦۴) اور بعض جگہ مجہول کے صیغے سے حُدِّثنا (٦۵) کہہ کر بھی احادیث ذکر کی ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ اور امام طحاوی کی کتب وغیرہ سے احادیث نقل کرتے ہیں، مگر مکمل سند ذکر نہیں کرتے۔(٦٦)

قارئین کرام! آپ نے امام جصاص کے شیوخ حدیث کی فہرست ملاحظہ فرمالی، امام جصاص کے بہ کثرت طویل علمی اسفار کو دیکھنے کے بعد مذکورہ بالا تعداد بہت کم معلوم ہوتی ہے، اس کی دو ہی وجہیں سمجھ میں آتی ہیں:

الف: یک در گیر و محکم گیر کے اصول پر عمل کرتے ہوئے امام نے صرف مخصوص شیوخ سے استفادے پر ہی طویل عرصہ گزارا ہو۔

ب: یا استفادہ تو بہت سارے شیوخ سے کیا مگر ہر ایک کی روایت بیان نہیں کی بل کہ چند مخصوص شیوخ کی روایات ذکر کرتے ہیں۔

ہماری ناقص رائے میں اسباب جو بھی ہوں دوسری وجہ زیادہ قوی محسوس ہوتی ہے۔

امام جصاص کے محدثانہ مقام کے بارے میں اہلِ علم کی آرا

امام جصاص نے ستائیس برس اسلامی دارالخلافہ بغداد میں درسِ فقہ دیا ہے (۶۷) اور فقہ حنفی پر دلائل سے مبرہن علمی شاہکار تصنیف کئے ہیں، امام کا علمی مقام اور معروف مسند کا وارث ہونا ایسے عوامل ہیں جن کے ہوتے ہوئے شہرت وعظمت کی بلندیوں پر پہنچ جانا فطری امر ہے اور پھر موصوف کی تصانیف کی نمایاں صفت احادیث کی کثرت، قوت دلیل اور مضبوط استدلال ہے، چناں چہ بہت جلد امام کی تصانیف کو قبولِ عام حاصل ہو گیا، جس کو ہر طبقے اور مذہب کے اہلِ علم نے کھلے دلوں پذیرائی دی، چناں چہ خطیب بغدادی شافعی رقم طراز ہیں:

له تصانيف مشهورة ضمّنها احاديث (۶۸)

موصوف کی تصایف مشہور ہیں جن میں انہوں نے احادیث کو ضم کر دیا ہے۔

حافظ ذہبی حنبلی نے حفاظ حدیث پر مشتمل اپنی لاجواب تصنیف تذکرۃ الحفاظ میں امام جصاص کا تذکرہ فرمایا ہے۔(۶۹)

نیز وہ تاریخ الاسلام میں رقم طراز ہیں:

تصانيفه تدل على حفظه للحديث و بصره به (۷۰)

ان کی تصانیف ان کے حافظ حدیث ہونے اور ان کی حدیثی بصیرت پر دلالت کرتی ہیں۔

اور اپنی شہرۂ آفاق کتاب سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں:

يحتج في كتبه بالاحاديث المتصلة باسانيده (۷۱)

امام جصاص اپنی کتب میں سند متصل کے ساتھ احادیث بہ طور استدلال پیش کرتے ہیں

رسالت مآب ﷺ تک طویل عرصے کے حائل ہو جانے کے باوجود پوری سند کے ساتھ شغف کی واضح دلیل ہے، اور یہ ایسی صفت ہے جس کو حافظ ذہبی نے بھی نمایاں خوبی کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔ حافظ ذہبی کے تبصرے بتا رہے ہیں کہ حافظ صاحب نے امام جصاص کی تصانیف کو خود دیکھا ہے، لہٰذا ان کے یہ تبصرے محض تقلیداً نہیں بل کہ ایک ماہر فن عینی شاہد کی شہادت ہیں۔

امام جصاص کے حدیثی اور قرآنی دلائل کی قوت اور طرزِ استدلال سے شہاب الدین مرجانی بھی بہت متاثر نظر آتے ہیں، چناں چہ انہوں نے ان دلائل کو ناظورۃ الحق میں امام کی اجتہادی شان کی واضح علامت کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔(٧٢)

مصر کے نامور محقق اور وسیع النظر عالم شیخ زاہد الکوثری نے امام جصاص کو فقہ اہل العراق کے اندر حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ نے بھی مقدمہ فیض الباری میں موصوف کا شمار حفاظِ حدیث میں کیا ہے۔(٧٣)

شیخ زاہد الکوثری رقم طراز ہیں:

> موصوف حدیث، فقہ اور اصول کے امام تھے، ابوداؤد، ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق اور ابوداؤد طیالسی کی احادیث ان کو عمدگی سے مستحضر تھیں، اپنی سند کے ساتھ جو حدیث جہاں چاہتے ہیں لے آتے ہیں، ان کی کتاب العضول فی الاصول، جامع الکبیر اور مختصر الطحاوی کی شروح اور احکام القرآن ان کی ایسی مہارت کا پتہ دیتی ہیں جس کی ہم سری نہیں کی جا سکتی اور فن رجال میں ان کی قوی معرفت اختلافی مسائل کے دلائل میں کھل کر سامنے آجاتی ہے۔(٧٤)

ایک دوسری جگہ امام جصاص کے تقوے کا ایک واقعہ لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

> ہم یہاں فقہ، اصولِ فقہ، حدیث اور رجال میں ان کی وسعتِ علمی کو بیان نہیں کرتے، ان کی کتابیں اس وسعتِ علمی کی بہترین گواہ ہیں، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہوں نے ان لوگوں کو علم اور دین میں اپنا راہ نما بنالیا۔(٧٥)

علامہ انور شاہ کاشمیری فرماتے ہیں:

هو من كبار الحنفية فقها و حديثا و تفسيراً و اصولاً و رتبة و تقدماً(٧٦)

موصوف فقہ، حدیث، تفسیر، اصول اور مقام و مرتبے میں احناف کے اکابرین میں سے ہیں۔

امام جصاص کی شرح مختصر طحاوی بے مثل کتاب ہے، اس میں احادیث اس کثرت سے ذکر ہیں کہ شیخ کوثری نے اس کو احادیث احکام کی عمدہ کتب میں شمار کیا ہے، اس کتاب کا اور مصنف کا تعارف علامہ اتقانی رحمہ اللہ نے درج ذیل الفاظ میں کرایا ہے:

> یہ ایسا امام ہے کہ علوم اسلامیہ میں اس کا غبار نہیں چھٹتا اور یہ ایسی کتاب ہے جیسی آج تک بالکل نہیں لکھی گئی، سنی ہوئی بات دیکھے ہوئے کی طرح نہیں ہوا کرتی اور ایسی کتاب تو قیامت تک لکھی بھی نہیں جا سکتی، جس کو یہ کتاب نہ مل سکی بلاشبہ اس کا اکثر مطلوب فوت ہو گیا اور جس کو یہ کتاب مل گئی بلاشبہ اس کو مقصود کا اکثر حصہ حاصل ہو گیا، سنو اس کو لکھنے والا وہ ماہر بے مثل عالم ہے جو زبان و بیان کے مراتب کی انتہاؤں سے نکلا چاہتا ہے ابو بکر رازی، ہمارا امام، امامِ ھدیٰ، شیخ التقی ستودہ صفات۔(٧٧)

فن رجال

فنِ رجال کی معرفت کے بغیر علم حدیث ادھورا ہے، امام جصاص اس فن میں بھی مہارت تامہ رکھتے ہیں، ماقبل میں ہم موصوف کی فنِ رجال میں قوی معرفت پر شیخ کوثری کی شہادت ذکر کر چکے ہیں، شیخ ایک دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

> **و هو ممن له قدم راسخة فی الاجتهاد حقا و يد بيضاء فی معرفة الحديث و رجاله صدقاً (٧٨)**

> موصوف ان فقہا میں سے ہیں جن کو اجتہاد میں یقینی رسوخ اور پختگی حاصل ہے اور معرفتِ حدیث و رجال میں بلاخوفِ تردید کمال درجے کی دست رس حاصل ہے۔

احکام القرآن میں امام جصاص نے جابہ جا رواۃ پر کلام کیا ہے چند ایک رواۃ درج ذیل ہیں:

١۔ ابان بن ابی عیاش: یہ ایسا راوی نہیں ہے جس کی روایت سے یہ بات ثابت ہو سکے، شعبہ کہتے ہیں کہ میں ستر زنا کروں، یہ میرے لئے زیادہ بہتر ہے اس کے کہ میں ابان بن ابی عیاش

سے روایت کروں۔(۷۹)

۲۔عبداللہ بن حبیب بن ابی ثابت: اہل علم کے یہاں غیر مقبول الحدیث ہے۔(۸۰)

۳۔عمرو بن دینار: اس کا سماع ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں۔(۸۱)

۴۔ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف: اس کا اپنے والد سے سماع ثابت نہیں۔(۸۲)

۵۔ابن ہیعہ: ضعیف ہے بہ کثرت خطا کرنے والا ہے، کہا جاتا ہے ان کی کتابیں جل گئی تھیں حافظے پر بھروسا کیا اور حافظہ بھی برا تھا۔(۸۳)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: یہ حدیث واہی ہے، ایسی حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا، اس لئے ابن لھیعہ ضعیف ہے، خصوصاً عبداللہ بن صالح کی ان سے روایت۔(۸۴)

٦۔عیسیٰ بن یونس: ثقہ اور قابل اطمینان شخص ہیں جن کی پختگی اور سچائی پر اتفاق ہے۔(۸۵)

بہ طور نمونہ ہم نے چند رواۃ ذکر کر دیئے ہیں ورنہ ہر بحث ہی امام جصاص کی فنی معرفت کا پتہ دیتی ہے۔(۸٦)

امام جصاص کی فنِ رجال میں معرفت کو ماہرین فن نے تسلیم کیا ہے، چناں چہ حافظ ذہبی جیسے نقاد امام الجرح والتعدیل نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب میزان الاعتدال میں امام جصاص کی جرح نقل کی ہے، محمد بن حسن الاھوازی کے ترجمے میں وہ رقم طراز ہیں:

ابو الولید الادربندی فیما سمعه من احمد بن علی الجصاص بالاھواز فقال: کنا نسمیه جراب الکذب (۸۷)

ابوالولید الدربندی نے احمد بن علی الجصاص سے اھواز میں یہ بات سنی کہ انہوں نے فرمایا: ہم محمد بن حسن الاھوازی کو "جھوٹ کا تھیلا" کہا کرتے تھے۔(۸۸)

اور اس جرح کو روایت کرنے والے بھی کوئی عام شخص ہیں بلکہ خطیب بغدادی کے شیخ ہیں اور ان کو حافظ ذہبی نے الشیخ، الامام، الحافظ، الجوّال کے القاب دیئے ہیں۔(۸۹)

یہاں یہ وضاحت بھی بے محل نہیں ہے کہ امام جصاص نے عام محدثین کے رنگ میں راویانِ حدیث پر جو نقد و جرح کی ہے، یہ محض الزام خصم کے لئے ہے ورنہ اپنے مذہب کے اثبات کے لئے وہ ان اصول کو بہ روئے کار لائے ہیں جو اصولیینِ احناف اصول فقہ کی کتاب السیر میں ذکر کرتے ہیں اور امام جصاص نے جن اصول کو اپنی لاجواب تصنیف الفصول فی الاصول (۹۰) میں خوب منقح

کر کے پیش فرما دیا ہے۔ چناں چہ ایک جگہ رواۃ پر جرح کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

وهذا الذی ذکرناه طریقة اصحاب الحدیث و الفقهاء لا یعتبرون ذلك فی قبول الاخبار و ردّها و انما ذکرت ذلك لیعرف به مذهب القوم فیه(۹۱)

اور یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے یہ عام محدثین کا طریقہ ہے، ورنہ فقہی بصیرت رکھنے والے محدثین اس کا اعتبار نہیں کرتے، نہ اخبار کے قبول کرنے میں نہ ہی رد کرنے میں، میں نے تو یہ صرف اس لئے ذکر کر دیا ہے کہ اس بارے میں محدثین کا طرز و طریق سامنے آجائے۔

ذیل میں ہم احکام القرآن کے بالکل ابتدا سے ایک بحث ذکر کرتے ہیں، تاکہ قارئین کو امام جصاص کا حدیثی اسلوب سمجھنے میں آسانی ہو۔

احناف اور سفیان ثوری کا کہنا ہے کہ نمازیں بسم اللہ آہستہ پڑھے، آہستہ کہے۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں اختیار ہے، چاہے تو سرّا کہے چاہے جہراً۔ امام شافعی کہتے ہیں جہراً کہے۔

یہ اختلاف اس صوت میں ہے جب امام جہری نماز میں قرأت کرے۔ صحابہ کرام سے اس بارے میں بہت زیادہ اختلاف نقل کیا گیا ہے، عمر بن ذر اپنے والد سے وہ سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے بسم اللہ جہراً پڑھی۔ اور حماد نے ابراہیم نخعی سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ تسمیہ سرّاً پڑھتے تھے پھر فاتحہ جہراً پڑھتے تھے۔ حضرت انس بھی حضرت عمر سے یہی بات نقل کرتے ہیں۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود اور ان کے ساتھی بسم اللہ سرّاً پڑھتے تھے جہراً نہیں۔

انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابو بکر و عمر بسم اللہ سرّاً پڑھتے تھے، یہی بات عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بھی روایت کرتے ہیں۔

مغیرہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ: امام کا نماز میں جہراً بسم اللہ پڑھنا بدعت ہے۔

جریر، عاصم الأحول سے نقل کرتے ہیں کہ عکرمہ کے سامنے بسم اللہ جہراً پڑھنے کی بات ہوئی تو انہوں نے کہا: تب تو میں گنوار بن جاؤں۔

ابو یوسف، ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ تک ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ: نماز میں بسم اللہ جہراً پڑھی جائے۔

حماد بن کثیر روایت کرتے ہیں کہ حسن بصری سے بسم اللہ نماز میں جہراً پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ایسے گنوار لوگ کرتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایات مختلف ہیں۔

شریک عاصم سے وہ سعید بن جبیر سے وہ ابن عباس (۹۲) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضور ﷺ بسم اللہ جہراً پڑھتے تھے۔

اس میں یہ احتمال ہے کہ نماز کے علاوہ میں جہراً پڑھتے ہوں جب کہ عبد الملک بن ابی بشیر عکرمہ سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (۹۳) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بسم اللہ جہراً پڑھنے کے بارے میں فرمایا: یہ گنوار لوگوں کا کام ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بسم اللہ کو آیت شمار کیا اور فرمایا: یہ سبع مثانی میں شامل ہے اور ان سے نماز کے اندر جہراً پڑھنا ثابت نہیں۔

ابو بکر بن عیاش ابو سعد سے وہ ابو وائل (۹۴) سے نقل کرتے ہیں کہ عمر اور علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ، تعوذ اور آمین نماز میں سرّاً پڑھتے تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے نماز میں بسم اللہ جہراً پڑھی۔

تو یہ صحابہ کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں۔

حضرت انس اور حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم بسم اللہ سرّاً پڑھتے تھے اور بعض روایات میں اخفاءً کے الفاظ ہیں۔

اور بسم اللہ جہراً پڑھنے کو عبد اللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے اسلام میں بدعت قرار دیا۔

ابو الجوزاء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نماز تکبیر سے شروع کرتے تھے اور قرأت الحمد للہ رب العالمین سے اور سلام پر ختم کرتے تھے۔

بیان کیا ہم سے ابو الحسن عبید اللہ بن الحسین الکرخی رحمہ اللہ نے، ان سے الحضرمی نے، وہ روایت کرتے ہیں محمد بن جابر سے، وہ حماد سے، وہ ابراہیم سے، وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے کسی فرض نماز میں بسم اللہ جہراً نہیں پڑھی نہ ابو بکر نے نہ عمر نے۔

اگر کوئی کہے: جب تمہارے نزدیک بسم اللہ قرآن کی ایک آیت ہے تو پھر ضروری ہے کہ اس کو جہری نماز میں جہراً پڑھا جائے، اس لئے کہ یہ کوئی اصول نہیں کہ ایک رکعت میں کچھ قرأت جہراً ہو اور کچھ سرّاً۔

تو اس سے کہا جائے گا: بسم اللہ فاتحہ کا جز نہیں، جیسا کہ ہم ماقبل میں ذکر کر چکے یہ تو تبرکاً ابتدا میں ہے، تو پھر جائز ہے کہ اس کو جہراً نہ پڑھا جائے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (۹۵)

قرآن کی آیت ہے اور جو شخص اس کو نماز کے شروع میں پڑھتا ہے جہراً نہیں پڑھتا باوجودہ کہ تمام قرأت جہراً کرتا ہے اسی طرح بسم اللہ میں بھی کرے گا۔

ابوبکر (۹۶) کہتا ہے: رسول اللہ ﷺ سے جو بسم اللہ سرّاً پڑھنا ثابت ہے یہ دلالت کرتا ہے کہ بسم اللہ فاتحہ کا جز نہیں ورنہ اس کو بھی باقی فاتحہ کی طرح جہراً پڑھتے۔

اگر کوئی شخص نعیم المجمر کی حدیث کو دلیل بنائے کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، انہوں نے بسم اللہ پڑھی اور جب سلام پھیرا تو فرمایا: میں تم میں سب سے زیادہ حضور ﷺ کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔ اور اس حدیث کو دلیل بنائے جسے ابن جریج نے ابن ابی ملیکہ سے انہوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ گھر میں نماز پڑھتے تھے تو پڑھتے: بسم اللہ الرحمن الرحیم، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اور اس حدیث کو دلیل بنائے جو جابر جعفی نے ابو الطفیل سے انہوں نے علی و عمار سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ جہراً پڑھتے تھے۔

تو اس سے کہا جائے گا بہ ہر حال نعیم مجمر کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث تو اس میں بسم اللہ کے جہر پر کوئی دلالت نہیں ہے، اس لئے کہ قرأ (پڑھی) کا ذکر ہے جہر (بلند آواز سے پڑھی) کا ذکر نہیں، اور یہ ممکن ہے کہ بلند آواز سے نہ پڑھی ہو مگر پڑھی ہو اور راوی کو بسم اللہ پڑھنے کا علم یا تو خود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بتانے سے ہوا ہو یا قریب ہونے کی وجہ سے اس نے سن لیا ہو، اگرچہ وہ جہراً نہ پڑھی ہو، جیسا کہ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ظہر عصر میں قرأت کرتے تھے اور ہمیں کبھی کبھار کوئی آیت سنا دیتے تھے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ ﷺ ان نمازوں میں جہر نہیں فرماتے تھے۔

عبدالواحد بن زیاد روایت کرتے ہیں کہ ہم سے عمارۃ بن القعقاع نے ان سے ابوزرعہ بن عمرو بن جریر نے ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو خاموش ہوئے بغیر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے شروع فرماتے۔

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بسم اللہ فاتحہ کا جزء نہیں تھی اور جب فاتحہ کا جزء نہیں تھی تو وہ اسے جہراً بھی نہیں پڑھیں گے اس لئے کہ جو اس کو جزء نہیں سمجھتا وہ جہراً بھی نہیں پڑھتا۔

رہی حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا تو اللیث، عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ سے وہ یعلی (۹۷) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی قرأت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے حضور ﷺ کی قرأت کا وصف بیان کیا کہ وہ ایک ایک حرف کھول کر ہوتی تھی۔تو یہ روایت بتاتی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی قرأت کا وصف بیان فرمایا اور اس میں نماز کے اندر قرأت کا تذکرہ نہیں ہے اور نہ ہی اس حدیث میں جہراً اور سرّاً پڑھنے پر کوئی دلالت ہے، اس لئے کہ زیادہ سے زیادہ اس میں یہی ہے کہ آپ ﷺ نے بسم اللہ پڑھی، اور یہ ہم بھی کہتے ہیں کہ بسم اللہ پڑھنی چاہئے، لیکن جہراً نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ نبی ﷺ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی قرأت کی کیفیت بیان فرمائی ہو اور انہوں نے راوی کے سامنے بیان کر دی ہو۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ ام سلمہ نے حضور ﷺ سے قرأت سنی ہو آپ جہراً قرأت نہ کر رہے ہوں مگر انہوں نے قریب ہونے کی وجہ سے سن لی ہو۔

علی سبیل التسلیم یہ بات بھی ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں کہ آپ ﷺ گھر میں نماز پڑھتے تھے، اور یہ فرض نماز نہیں تھی، اس لئے کہ آپ ﷺ فرض نماز منفرداً نہیں پڑھتے تھے بل کہ جماعت کے ساتھ پڑھتے تھے، اور ہمارے نزدیک منفرد کے لئے جائز ہے کہ وہ جہراً یا سرّاً جیسے چاہے پڑھے۔

رہی حدیث جابر جعفی تو جابر ایسا شخص ہے جس کی روایت سے حجت ثابت نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ اس سے ایسے امور مروی ہیں جو اس کی روایت کو ساقط کر دیتے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں: وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رجعت کا قائل تھا، جیسا کہ اس کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے۔ اور بہ کثرت روایات میں جھوٹ بولتا تھا، ائمہ سلف میں سے ایک قوم نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے۔

بلاشبہ ابووائل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ بسم اللہ جہراً نہیں پڑھتے تھے، اگر ان کے ہاں جہر ثابت ہوا تو اس کے خلاف نہ کرتے۔

خلاصہ کہ اگر جہراً اور اخفا کی روایات برابر ہو جائیں تب بھی اخفا دو وجہ سے درجہ اولیٰ ہوگی:

ا۔ سلف کا عمل اخفا پر رہا ہے نہ کہ جہر پر، اسلاف میں سے ابوبکر، عمر، علی ابن مسعود، ابن مغفل اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم ہیں اور ابراہیم نخعی کا تو قول ہے کہ جہر بدعت ہے۔

یہ اس لئے ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سے دو متضاد روایات نقل کی جائیں اور ایک پر سلف کا عمل ہو تو سلف کے عمل والی روایت اولیٰ طور پر ثابت ہوتی ہے۔

۲۔ اگر بسم اللہ کا جہراً پڑھنا ثابت ہوتا تو شہرت اور تواتر کے ساتھ منقول ہوتا، جیسا کہ تمام قرأت میں منقول ہے، جب کہ تواتر کے ساتھ منقول نہیں تو معلوم ہو گیا کہ یہ ثابت نہیں، اس لئے کہ بسم اللہ میں جہر کے مسنون ہونے کی حاجت ایسی ہی ہے، جیسا کہ فاتحہ میں جہر مسنون ہونے کی حاجت۔

اگر کوئی وہ حدیث بہ طور دلیل پیش کرے جو ہم سے ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم نے بیان کی، ان سے الربیع بن سلیمان نے، ان سے امام شافعی نے، ان سے ابراہیم بن محمد نے، ان سے عبداللہ بن عثمان بن خثیم (۹۸) نے، وہ اسماعیل بن عبید بن رفاعہ سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے والد سے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ مدینے آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی اور بسم اللہ نہیں پڑھی نہ ہی اٹھتے بیٹھتے تکبیر کہی تو مہاجرین وانصار نے ان کو آواز دے کر کہا: اے معاویہ! آپ نے نماز میں چوری کی، بسم اللہ کہاں گئی؟ اور اٹھنے بیٹھنے کی تکبیر کیا ہوئی؟ تو انہوں نے دوبارہ نماز پڑھائی۔

پھر کہا (غالباً ابوالعباس اصم نے) یہ ہے وہ بات جو ان کا عیب شمار کی گئی، بلاشبہ مہاجرین و انصار کے ہاں بسم اللہ جہراً پڑھنا معروف تھا۔

ان سے کہا جائے گا: اگر یہ بات ہے تو جہر بالتسمیہ کا علم ابوبکر، عمر، عثمان، علی، ابن مسعود، ابن مغفل اور ابن عباس رضی اللہ عنہم جیسے حضرات کو ہونا چاہئے تھا، جن سے ہم اخفا نقل کر آئے ہیں اور یہ لوگ اس چیز کا علم رکھنے کے زیادہ حق دار تھے اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

تم میں سے عقلا اور پختہ کار لوگ میرے قریب کھڑے ہوا کریں۔

یہ حضرت آپ کے ذکر کردہ غیر معروف لوگوں کی بہ نسبت نماز میں حضور ﷺ کے زیادہ

قریب ہوتے تھے۔

اس میں یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ آپ نے اس بات کو انصار و مہاجرین سے خبر واحد کے طور پر نقل کیا ہے نہ کہ بہ طریق شہرت، اور پھر اس میں جہر کا ذکر بھی نہیں ہے بل کہ اس میں تو یہ ہے کہ انہوں نے بسم اللہ پڑھی ہی نہیں اور ہم بھی بسم اللہ کے ترک کرنے کو برا جانتے ہیں، ہماری بحث تو اس بات میں چل رہی ہے کہ جہر و اخفا میں سے کیا اولیٰ ہے۔(۹۹)

لیجئے ہم نے احکام القرآن کے بالکل ابتدا سے ایک بحث بہ طور نمونہ آپ کے سامنے پیش کر دی ہے اور یہ اس بحر بے کراں کا صرف ایک قطرہ ہے، شائقین اپنے ذوق کی تسکین کے لئے امام کی کتب کی مراجعت کر سکتے ہیں۔

تصانیف

امام جصاص چوں کہ حدیث کے ساتھ خصوصی شغف رکھتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی مصنف کے خاص شغف کا اکثر اس کی تصانیف میں ضرور دکھائی دیتا ہے، اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام جصاص کی تصانیف حدیثی حوالے سے بھی ضرور ممتاز ہوں گی، خصوصاً جب کہ امام جصاص کی تصانیف میں سے شرح مختصر الطحاوی، شرح الجامع الکبیر، شرح مختصر الکرخی کو شیخ زاہد الکوثری جیسے وسیع النظر عالم نے احادیث احکام پر مشتمل متقدمین کی بہترین کتب میں شامل فرمایا ہے۔(۱۰۰)

اور خود امام جصاص تحریم خمر کی بحث میں بہت سی احادیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

و ما روی عن النبی ﷺ فی هذا الباب کثیر، و قد ذکرنا منه طرفاً فی کتابنا الاشربة و کرهت التطویل باعادته هنا (۱۰۱)

رسول اللہ ﷺ سے اس باب میں بہ کثرت احادیث روایت کی گئی ہیں، جن میں سے کچھ اہم نے اپنی کتاب الاشربہ میں ذکر کر دی ہیں، یہاں دوبارہ لا کر ہم کلام کو طول نہیں دینا چاہتے۔

اس لئے امام کی حدیثی خدمات کے تعارف کے لئے ذیل میں ان کی تصانیف کی فہرست دی جا رہی ہے۔

١۔احکام القرآن

متعدد بار پاک وعرب سے طبع ہو چکی ہے، ہمارے پیش نظر قدیمی کتب خانہ کراچی کا مطبوعہ نسخہ ہے۔

٢۔مختصر اختلاف العلماء لامام الطحاوی

اسلام آباد پاکستان سے ڈاکٹر محمد صغیر حسن المعصومی کی تحقیق کے ساتھ اختلاف الفقہاء کے نام سے امام طحاوی کی تصنیف کے طور پر ١٣٩١ھ کو شائع ہوئی۔ موصوف نے اس کو امام طحاوی کی تصنیف سمجھا حال آں کہ یہ امام جصاص کا اختصار ہے، جیسا کہ حضرت مولانا یوسف بنوری نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

٣۔شرح مختصر الطحاوی

اس کا امام جصاص نے متعدد جگہ احکام القرآن میں حوالہ دیا ہے۔(١٠٢)اس پر ڈاکٹر سائد بکداش تحقیق فرما رہے ہیں۔

٤۔شرح الجامع الکبیر للامام محمد(١٠٣)

٥۔شرح الجامع الصغیر للامام محمد(١٠٤)

٦۔الفصول فی الاصول، دو مرتبہ طبع ہو چکی ہے۔

الف: ڈاکٹر عجیل جاسم کی تحقیق سے چار جلدوں میں التراث الاسلامی وزارۃ الاوقاف و الشؤون الاسلامیہ سے۔

ب: محمد محمد تامر کی تحقیق سے دو جلدوں میں دار الکتب العلمیۃ، بیروت سے سن ١٤٢٠ھ میں۔

٧۔شرح ادب القضاء للخصاف(١٠٥)

٨۔شرح اسماء الحسنٰی(١٠٦)

٩۔کتاب المناسک(١٠٧)

١٠۔واقعات(١٠٨)

۱۱۔الاشربہ(۱۰۹)

۱۲۔(کتاب الحیض)

یہ نام ہم نے اندازے سے لکھ دیا ہے، ورنہ امام جصاص نے حیض کے مسائل بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے:

و قد افردنا لهذا المسألة كتابا (۱۱۰)

اس مسئلے پر ہم نے الگ کتاب لکھ دی ہے۔

آخری گزارش

احکام القرآن کو اپنے زمانۂ تالیف سے لے کر آج تک جو شہرتِ دوام حاصل رہی ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کتاب کی خوب خدمت کی جاتی مگر افسوس کہ اس کتاب کی خدمت کا قرض آج بھی اہل علم پر باقی ہے، احکام القرآن کی رائج تمام طباعتیں اغلاط کا پلندہ ہیں، ذیل میں اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

صفحہ نمبر	غلط	صحیح
۲۱	عاصم	سالم
۲۳	معلّی	یعلیٰ
۲۴	حثتم	خیثم
۲۷	مؤمل	موسیٰ
۲۷	عمر	عمہ
۲۷	ثم جاء النبی ﷺ فرد علیہ	ثم جاء الی النبی ﷺ فسلم علیہ فرد علیہ السلام
۲۷	بجیر	بجھل
۲۷	عبداللہ	عبیداللہ
۲۷	احمد بن علی الحزار	احمد بن علی الخزار
۲۸	مخلد	خالد

یہ اغلاط پاک و عرب کی تقریباً تمام طبعات میں ملتی ہیں، حتیٰ کہ راقم نے بعض اغلاط کی تصحیح

کے لئے مجلس العلمی کراچی میں موجود ۱۳۴۷ھ میں مطبعۃ البھیہ مصر سے طبع شدہ نسخے کی طرف مراجعت کی تو اس میں بھی ان اغلاط کو موجود پایا۔ فالی اللہ المشتکی

ضرورت اس امر کی ہے کہ تحقیق و تخریج کے اعلیٰ معیار پر امام جصاص کی کتب بالخصوص احکام القرآن کی طباعت کا انتظام کیا جائے، خدا کرے اہل علم اس فریضے کی ادائیگی کی طرف جلد متوجہ ہو جائیں۔

وفات

امام جصاص نے اپنی زندگی کی پینسٹھ بہاریں دیکھ کر اتوار کے روز سات ذی الحجہ کو سن ۳۷۰ھ میں وفات پائی، نماز جنازہ امام جصاص کے شاگرد رشید اور جانشین الشیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے پڑھائی اور لحد میں اتارا۔ (۱۱۱)

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔

حوالے

۱۔ یہاں یہ وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ بعض لوگوں نے "الرازی" اور "الجصاص" کو الگ الگ شخصیات شمار کیا ہے، جس کی علامہ قرشی نے الجواہر المضیہ میں پرزور تردید کی ہے، دیکھئے عبد القادر قریشی، الجواہر المضیہ فی طبقات الحنفیہ، تحقیق عبد الفتاح محمد الحلو، مطبعہ عیسیٰ البابی الحلبی ۱۳۹۸ھ: ج ۱، ص ۲۲۱، ۲۲۲

۲۔ قاضی ابوعبداللہ صیمری۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ معروف بہ مناقب صیمری۔ عالم الکتب، بیروت ۱۴۰۵ھ: ص ۱۶۷

۳۔ شہاب الدین مرجانی۔ ناظورۃ الحق فی فرضیۃ العشاوان لم یغب الشفق۔ غیر مطبوع، پیر جھنڈو میں اس کا قلمی نسخہ محفوظ ہے، جس کی فوٹو راقم کے پاس موجود ہے، ناظورۃ الحق سے یہ عبارت النافع الکبیر من مولانا عبدالحی لکھنوی نے بھی نقل کی ہے، دیکھئے طبع ایچ ایم سعید کمپنی، ضمن سبع رسائل: ص ۱۷۶

۴۔ مناقب صیمری: ص ۱۶۷

۵۔ حوالہ بالا

٦۔ خطیب بغدادی۔تاریخ بغداد۔دار الکتاب العربی، بیروت:ج۴،ص۳۱۴

۷۔ مناقب صمیری:ص۱۷۱،۱۷۲

۸۔ ص۳۷

۹۔ النافع الکبیر:ص۱۷۶تا۱۷۸

۱۰۔ تاریخ بغداد:ج۲،ص۳۵۸

۱۱۔ یہ لقب ان کو علامہ ثعالبی نے دیا ہے، دیکھئے الیتیمہ:ج۱،ص۱۰۸

۱۲۔ ابن جنی۔الخصائص۔تحقیق عبد الحمید ہنداوی۔دار الکتب العلمیہ:ج۱،ص۲۰۸

۱۳۔ ابن حجر عسقلانی۔شرح نخبۃ الفکر۔الرحیم اکیڈمی، کراچی:ص۱۱۲

۱۴۔ شمس الدین الذہبی الحافظ۔تذکرۃ الحفاظ، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد۔دکن: ج۳، ص۹۵۹

۱۵۔ مناقب صمیری:ص۱۷۲

۱۶۔ حوالہ بالا

۱۷۔ حوالہ بالا

۱۸۔ عبد الفتاح ابوغدہ۔حاشیہ قفو الاثر فی صفو علم الاثر۔مکتب المطبوعات الاسلامیہ،۱۴۳۰ھ:ص۶۷

۱۹۔ حوالہ بالا

۲۰۔ مناقب صمیری:ص۱۷۲۔ اھواز کے کوئی معین شیخ تو ہماری نظر میں نہیں آسکے، البتہ ابو الولید الدربندی کے اھواز میں امام جصاص سے تلمذ کی تصریح ملتی ہے، دیکھئے میزان الاعتدال:ج۳، ص۴۹۶(۷۸۴۵)

۲۱۔ شمس الدین الذھبی۔سیر اعلام النبلاء۔مؤسسۃ الرسالہ، بیروت۔تحقیق شعیب الارناوط:ج۱۶ ص۳۴۰

۲۲۔ النافع الکبیر:ص۱۷۷

۲۳۔ احکام القرآن:ج۳،ص۸۱،۸۲

۲۴۔ موصوف کو یہ القاب حافظ ذہبی نے دیئے ہیں، نیز موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے سیر اعلام النبلاء:ج۱۵،ص۲۶

۲۵۔ احکام القرآن:ج۱،ص۲۲

٢٦۔ موصوف کو یہ القاب حافظ ذہبی نے دیئے ہیں، نیز موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ج ١٥، ص ٢٦

٢٧۔ دیکھئے، احکام القرآن: ج ١، ص ٢٧، ٣٢، ٥٢

٢٨۔ احکام القرآن۔ قدیمی کتب خانہ، کراچی: ج ٢، ص ٥٨٥

٢٩۔ موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے: تاریخ بغداد: ج ١٠، ص ١٢٤۔ اور شمس الدین ذھبی: تاریخ الاسلام۔ دار الغرب الاسلامی، بیروت۔ تحقیق بشار عواد: ج ٧، ص ٥٧٧

٣٠۔ دیکھئے احکام القرآن: ج ١، ص ١٣٢، ١٧٣، ١٨٤

٣١۔ موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے: تاریخ بغداد: ج ٧، ص ٢٣١، ٢٣٢۔ نیز ابن العماد الحنبلی۔ شذرات الذھب۔ مکتبۃ القدسی، مصر: ج ٣، ص ١٢

٣٢۔ دیکھئے احکام القرآن: ج ١، ص ٨٥، ١٢٠، ٢٣١

٣٣۔ موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے: تاریخ بغداد: ج ١٠، ص ٢٩٢۔ نیز ابن الجوزی۔ المنتظم فی تاریخ الامم والملوک۔ دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ تحقیق عبد القادر عطاء: ج ١٤، ص ١٣٦، رقم الترجمۃ: (٢٦١٤)

٣٤۔ دیکھئے احکام القرآن: ج ١، ص ٦٧٥، ٦٨٠، ٦٨٧

٣٥۔ موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے: تاریخ بغداد: ج ١٣، ص ٢٢١۔ سیر اعلام النبلاء: ج ١٥، ص ٥١٧

٣٦۔ دیکھئے: احکام القرآن: ج ١، ص ٦٨٨، ٦٨٩

٣٧۔ موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے: تاریخ بغداد: ج ٣، ص ٣٢، ٣٣۔ نیز الجواہر المضیہ: ج ٣، ص ٢٨١، رقم الترجمہ (١٤٣٨)

٣٨۔ دیکھئے: احکام القرآن: ج ٢، ص ٥١

٣٩۔ موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ج ١٦، ص ٣٠ تا ٣٥

٤٠۔ موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے: تاریخ بغداد: ج ٢، ص ٣٥٦۔ نیز یاقوت حموی۔ معجم الادباء۔ قاہرہ: ج ١٨، ص ٢٢٦

٤١۔ دیکھئے: احکام القرآن: ج ١، ص ٤٩٧، ٢/٨٤، ٣٨٧

٤٢۔ موصوف کے حالات کے لے دیکھئے: سمعانی۔ الانساب۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ تحقیق عبد

القادر عطا: ج ا،ص ۱۷۹۔تذکرۃ الحفاظ: ج ۲،ص ۸٦۰۔سیر اعلام النبلاء: ج ۱۵،ص ۵۴۳

۴۳۔ ج ا،ص ۲۴

۴۴۔ موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے تاریخ بغداد: ج ۸ص ۲۷، نیز ابو یعلیٰ خلیلی، الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث۔مکتبۃ الرشد۔تحقیق محمد سعید: ج ۳،ص ۸۴۱۔سیر اعلام النبلاء: ج ۱٦،ص ۵۱

۴۵۔ دیکھئے: احکام القرآن: ج ا،ص ۸۸

۴٦۔ موصوف کے لئے حالات کے لئے دیکھئے: سیر اعلام النبلاء، ج ۱۵ص ۵۲۸۔نیز ابن نقطہ، التقیید لمعرفۃ رواہ السنن والمسانید، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، تحقیق کمال یوسف الحوت: ص ۴۹، رقم الترجمہ (۲۳)

۴۷۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، بستان المحدثین، فارسی، مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۸ء: ص ۱۰٦

۴۸۔ ابن خیر الاشبیلی۔الفہرست۔بغداد: ج اص ۱۲۸۔التقیید: ص ۴۹، رقم الترجمہ (۲۳)

۴۹۔ ج اص ۱۲

۵۰۔ علامہ کوثری۔حاشیہ حسن التقاضی۔ایچ ایم سعید، کراچی: ص ۹۱۔علامہ کشمیری۔نیل الفرقدین۔مجلس العلمی، دہلی: ص ۱۴۲

۵۱۔ ابوداؤد خطابی۔مقدمہ معالم السنن۔دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔تحقیق عبدالسلام عبدالشافی

۵۲۔ موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ج ۱٦ص ۱۱۹تا ۱۳۰

۵۳۔ تاریخ بغداد: ج ۴ص ۲۱۴

۵۴۔ سیر اعلام النبلاء: ج ۱٦ص ۱۲۲

۵۵۔ موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ج ۱۵،ص ۵۵۲۔تذکرۃ الحفاظ: ج ۲، ص ۸٦۳

۵٦۔ دیکھئے: احکام القرآن: ج ا،ص ۲۸۰، ۲،۳۲۸/ ۴۵، ۴٦

۵۷۔ احکام القرآن: ج اص ۴٦۳

۵۸۔ موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے: الارشاد: ج ۲،ص ۷۳۱، رقم الترجمہ (۵۴۹)

۵۹۔ دیکھئے: احکام القرآن: ج ۲،ص ۳۸۵

٦۰۔ موصوف کا تذکرہ راقم کو کتب رجال میں نہیں ملا۔واللہ اعلم

٦۱۔ دیکھئے: احکام القرآن: ج ا،ص ۱۵۰

٦٢۔ موصوف کا تذکرہ راقم کو کتب رجال میں نہیں ملا۔ واللہ اعلم

٦٣۔ دیکھئے: احکام القرآن: ج ا،ص ۲۹۱

٦٤۔ دیکھئے احکام القرآن: ج ا،ص ٦۵۱، ٦۵۲، ۷۳۰

٦۵۔ دیکھئے احکام القرآن: ج ۳،ص ۱٦۹، ۱۷۰

٦٦۔ احکام القرآن: ج ا،ص ۲۱، ۲۲۔ ج ۲،ص ۳۰۸

٦۷۔ مناقب صمیری: ص ۱۷۲

٦۸۔ تاریخ بغداد: ج ۴ ص ۳۱۴

٦۹۔ ج ۳،ص ۹۵۹

۷۰۔ ج ۸،ص ۳۱۸

۷۱۔ ج ۱٦،ص ۲۴۰

۷۲۔ النافع الکبیر: ص ۱۷۸

۷۳۔ علامہ یوسف بنوری۔ مقدمہ فیض الباری۔ المکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ: ص ۱۴

۷۴۔ علامہ کوثری، فقہ اہل العراق، مشمولہ مقدمات کوثری۔ ایچ ایم سعید، کراچی: ص ۳۲۵، رقم الترجمہ (۴۱)

۷۵۔ علامہ کوثری۔ مقالات الکوثری۔ وحیدی کتب خانہ پشاور: ص ۳۸۸

۷٦۔ نیل الغرقدین: ص ۱۴۲

۷۷۔ عجیل جاسم ڈاکٹر۔ مقدمہ اصول جصاص۔ التراث الاسلامی وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ: ص ۱٦

۷۸۔ حاشیہ حسن التقاضی: ص ۹۱

۷۹۔ ج ا،ص ۱۵۴

۸۰۔ ج ا،ص ٦۷۸

۸۱۔ ج ا،ص ۷۰۴

۸۲۔ ج ا،ص ۲۹٦

۸۳۔ ج ا،ص ۳٦۵

۸۴۔ ج ۲،ص ۳۳۲

۸۵۔ ج ۱، ص ۲۶۷

۸۶۔ ملاحظہ ہو: ۱/۲۳، ۱۵۹، ۱۶۵، ۱۹۴، ۲۲۶، ۲۹۶، ۳۳۰، ۳۳۸، ۵۴۸، ۵۹۴، ۶۷۸، ۷۰۴ وغیر ذلک

۸۷۔ ج ۳، ص ۴۹۶، رقم الترجمہ (۷۸۴۵)

۸۸۔ شیخ ابو غدہ کے ہاں یہ لفظ جرح کے سخت ترین الفاظ میں داخل ہے، دیکھئے حاشیہ الرافع والتکمیل للکھنوی، قدیمی کتب خانہ: ص ۱۶۷

۸۹۔ سیر اعلام النبلاء: ج ۱۱ص ۵۲۳

۹۰۔ عرب کے متعدد مطابع سے اصول جصاص کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔

۹۱۔ احکام القرآن: ج ۲ ص ۱۸۲

۹۲۔ نصب الرایہ میں مستدرک اور دار قطنی کے حوالے سے شریک عن سالم مذکور ہے، یہاں عاصم محقق کی غلطی معلوم ہوتی ہے، دیکھئے: نصب الرایہ للامام الزیلعی۔ مکتبہ حقانیہ، پشاور: ج ۱، ص ۲۰۸۔ ج ۱، ص ۳۰۳، اس کے علاوہ احکام القرآن میں روایت موقوف ہے جب کہ نصب الرایہ میں مرفوع۔

۹۳۔ احکام القرآن میں عبد الملک بن ابی حسین مذکور ہے، طحاوی میں عبد الملک بن ابی بشیر یہاں ابی حسین محقق کی غلطی ہے، دیکھئے امام طحاوی، شرح معانی الآثار۔ مکتبہ حقانیہ، ملتان: ج ۱، ص ۱۵۰

۹۴۔ احکام القرآن میں ابو سعید ہے، یہ تصحیح طحاوی سے کی گئی ہے: ص ۱۵۰

۹۵۔ الانعام: ۷۹

۹۶۔ قدیم مصنفین کی عادت ہے کہ عام طور پر کسی دوسرے کا کلام نقل کرنے کے بعد یا کسی اور وجہ سے کہیں کہیں اپنا نام ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ امام ابو داؤد کا سنن اُبی داؤد میں بھی یہی طرز ہے۔ یہ امام جصاص کا اپنا قول ہے۔

۹۷۔ احکام القرآن میں معلیٰ ہے یہ تصحیح طحاوی سے کی گئی ہے: ص ۱۴۸

۹۸۔ احکام القرآن میں ختم ہے یہ تصحیح مصنف عبد الرزاق۔ منشورات المجلس العلمی۔ تحقیق حبیب الرحمٰن اعظمی: ج ۲، ص ۹۳، رقم الحدیث: ۲۶۱۸ سے لی گئی ہے۔

۹۹۔ احکام القرآن: ص ۲۱ تا ۲۴

۱۰۰۔ مقالات کوثری: ص ۶۷

۱۰۱۔ احکام القرآن: ج ۲ ص ۶۵۳

۱۰۲۔ ج ۳، ص ۶۴، ۲۲۴، ۵۴۴

۱۰۳۔ احکام القرآن: ج ۳ص ۲۴۰۔ نیز دیکھئے: ابن الندیم۔ الفہرست۔ نور محمد کراچی: ص ۲٦۱

۱۰۴۔ الفہرست لابن الندیم: ص ۲٦۱۔ نیز حاجی خلیفہ۔ کشف الظنون۔ مکتبۃ المثنیٰ بغداد: ج ۱ص ۵٦۲

۱۰۵۔ کشف الظنون: ج ۱ص ۴٦۔ نیز عبد الحی لکھنوی۔ الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیہ۔ مکتبۃ خیر کثیر، کراچی: ص ۲۸

۱۰٦۔ الجواہر المضیۃ: ج ۱، ص ۲۲۱

۱۰۷۔ الفہرست لابن الندیم: ص ۲٦۱

۱۰۸۔ الجواہر المضیہ: ج ۱، ص ۲٦۱

۱۰۹۔ احکام القرآن: ج ۲، ص ٦۵۳

۱۱۰۔ احکام القرآن: ج ۱، ص ۵۰٦

۱۱۱۔ امام جصاص کے تمام تر سوانح نگار تاریخ وفات ۳۷۰ ہی لکھتے ہیں مگر لکھنوی نے زرقانی کے حوالے سے ۳۱۵ھ میں وفات کا قول لکھ دیا ہے اور ساتھ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ انہوں نے ابو حاتم اور عثمان دارمی سے حدیث سنی اور ساتھ ہی ان کو محدث نیشاپور بھی قرار دیا، یہ صاحب یقینی طور پر دو وجہ سے امام جصاص کے علاوہ ہیں:

۱۔ ان کی پیدائش نیشاپور میں ہوئی اور جصاص کی رے میں۔

۲۔ انہوں نے ابو حاتم اور دارمی سے سماع کیا، ابو حاتم کی وفات ۲۷۷ھ اور دارمی کی ۲۸۰ھ ہے، جب کہ جصاص کی ولادت ۳۰۵ھ کی ہے، یہ ان سے کس طرح سماع کر سکتے ہیں؟ بہ حوالہ دراسات فی اصول الحدیث علی منہج الحنفیہ، عبد المجید ترکمانی، منشورات مدرسۃ النعمان، یہ دراسات ہمارے فاضل دوست کا گراں قدر تحقیقی مقالہ ہے، جو بعد میں عرب سے بھی طبع ہو چکا ہے، جسے مدینے کے متبحر عالم شیخ عوامہ نے قواعد فی علوم الحدیث کے بعد اس سلسلے کی دوسری اہم کڑی قرار دیا ہے۔

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

حیات حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (۱)

نام ونسب

احمد نام۔ ابوالفضل کنیت۔ شہاب الدین لقب اور ابن حجر عرف ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے:

احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد الکنانی العسقلانی المصری ثم القاہری الشافعی۔ الضوء اللامع اور شذرات الذہب میں یہی مذکور ہے۔ لیکن حافظ ابن فہد نے ''لحظ الالحاظ'' اور علامہ سیوطی نے ذیل طبقات الحفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے: احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد بن احمد ''حجر'' حسب تصریح سخاوی آپ کے آباؤ اجداد میں سے کسی کا لقب ہے۔ نسلاً آپ بنوکنانہ میں سے ہیں، جو عرب کا مشہور قبیلہ ہے۔ آپ کے بزرگ اصل میں عسقلان کے رہنے والے تھے، جو فلسطین کے اطراف میں ساحل سمندر پر شام کا مشہور شہر ہے۔ اس نسبت سے آپ عسقلانی مشہور ہیں۔ ورنہ آپ کی ولادت مصر میں ہوئی، یہیں نشو ونما پائی، زندگی کی بہار دیکھی، اور آخر یہیں سپرد خاک کئے گئے۔

آپ کی ولادت ۷۷۳ھ میں شعبان کی بائیسویں یا تیئسویں تاریخ کو ہوئی۔ (۲)

سن رشد، تعلیم وتربیت، شیوخ واساتذہ

ابھی آپ کی عمر چار برس ہی کی تھی کہ رجب ۷۷۷ھ میں پدر بزرگ وار کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اور آپ یتیم ہو گئے۔ آپ کے والد کے اوصیا میں سے ایک صاحب تھے زکی الدین خروبی، انھوں نے اس یتیمی کی حالت میں آپ کو اپنی آغوش تربیت میں لیا اور بڑے ہونے تک ان ہی کی

زیر کفالت رہے۔ جب پورے پانچ برس کے ہوئے تو مکتب میں داخل کیے گئے۔ نو برس کی عمر میں صدر الدین سفطی شارح مختصر تبریزی کے پاس قرآن پاک کے علاوہ درسی کتابوں میں سے حسب ذیل کتابیں بھی آپ نے زبانی یاد کر لی تھیں۔

حدیث میں عمدۃ الاحکام مؤلفہ حافظ عبدالغنی مقدسی، م ۶۰۰ھ۔ فقہ شافعیہ میں الحاوی الصغیر مؤلفہ شیخ نجم الدین عبد الغفار بن عبدالکریم قزوینی شافعی، م ۶۶۵ھ۔ اصول فقہ میں مختصر ابن الحاجب، م ۶۴۶ھ۔ اصول حدیث میں الفیہ عراقی، م ۸۰۶ھ۔ اور نحو میں ملحۃ الاعراب مؤلفہ ابو محمد قاسم بن علی الحریری، م ۵۱۶ھ۔ سخاوی نے ان پانچوں کتابوں کے نام لے کر وغیرہا بھی لکھا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ کتابوں کے علاوہ اور بھی کچھ یاد کیا تھا۔

۷۸۴ھ کے آخر میں جب آپ گیارہ سال کے تھے، اپنے وصی کی معیت میں حج بیت اللہ کے لیے گئے اور ایک سال تک جوار حرم میں مقیم رہے۔ مکہ معظمہ کے زمانۂ قیام میں شیخ عفیف الدین عبداللہ بن محمد النشاوری سے صحیح بخاری کا سماع کیا، فن حدیث میں یہ آپ کے پہلے استاد ہیں جن سے آپ نے حدیث شروع کی تھی۔ اسی زمانے میں حافظ ابو حامد محمد بن ظہیرہ، م ۸۱۷ھ سے عمدۃ الاحکام خوب بحث کے ساتھ پڑھی۔ اور اسی سال یعنی ۷۸۵ھ میں مسجد حرام میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنایا۔ ۷۸۶ھ میں مصر لوٹے اور عبدالرحیم بن رزین سے صحیح بخاری کا سماع کیا۔ پھر ۷۹۰ھ کے بعد مصر ہی میں وہاں کے مقامی شیوخ اور باہر کے آنے والے محدثین کی ایک بڑی جماعت سے جن کی اسناد عالی تھی، حدیث کا بہت کچھ سماع کیا۔ ان حضرات اساتذہ میں ابن ابی المجد، برہان شامی، عبدالرحمٰن بن شیخہ، حلاوی، سویداوی، مریم بنت اذرعی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ زاں بعد ۸۰۲ھ میں آپ نے دمشق کا سفر کیا اور وہاں آپ کو بعض وہ اساتذہ ملے جو قاسم بن عساکر اور نجّار کے شاگرد تھے اور جن کو تقی الدین سلیمان بن حمزہ اور اسی طبقے کے دیگر محدثین سے اجازت حاصل تھی۔

آپ نے کئی حج کیے اور طلب حدیث میں بہت سے شہروں کا سفر کیا۔ حافظ ابن فہد نے اس سلسلہ میں حسب ذیل مقامات کے نام لکھے ہیں:

حرمین، اسکندریہ، بیت المقدس، الخلیل، نابلس، رملہ، غزہ، بلاد یمن وغیرہ۔

مورّخ ابن العماد نے، آپ نے جہاں جہاں اس فن کی تحصیل کی ہے، وہاں کے مشہور